شرعی قانون کے تحت آزادیاں اور پابندیاں

5

تقدیر یا عمل کرنے کی آزادی

جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ کہیں گے کہ اگر خدا چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا (شرک کرتے) اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے اسی طرح ان لوگوں نے تکذیب کی تھی جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ ہمارے عذاب کا مزہ چکھ کر رہے کہہ دو کیا تمہارے پاس کوئی سند ہے (اگر ہے) تو اسے ہمارے سامنے نکالو تم محض خیال کے پیچھے چلتے اور اٹکل کی تیر چلاتے ہو۔ کہہ دو کہ خدا ہی کی حجت غالب ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ (الانعام 148-149)

وہ اس سچ کو جھوٹ کہتے ہیں کہ خدا نے انسان کو صحیح اور غلط کے درمیان انتخاب کرنے کی اہلیت عطا کی ہے۔ کیا ان کے پاس تقدیر کے بارے میں کوئی خاص معلومات ہیں، یا وہ دوسرے لوگوں کی پیش گوئیوں پر عمل پیرا ہیں؟ یہ اُس غلط خیال کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان کے اچھے یا برے اعمال آزاد انتخاب کا نتیجہ نہیں ہوتے اور اللہ کی تقدیر اور اس کے نتیجے میں رویوں کا پیش خیمہ نہیں ہوتے۔ مذکورہ بالا آیات اس اصطلاح کے عام طور پر مشہور تقدیر کے عقیدے کو مسترد کرتی ہیں۔

اگر یہ سچ ہوتا کہ انسان کے سارے اعمال پہلے سے طے شدہ ہیں، تو اللہ کیوں انسانوں کو اُن کے اعمال کا ذمہ دار ٹھہرائے گا؟ انسانی کاموں کی خدائی پیش گوئی یا تقدیر اللہ کے انصاف اور انسانی ذمہ داری سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اگر اللہ نے انسان کو پسند کی آزادی نہیں دی، تو پھر وہ برے انسانوں کو جہنم اور نیک بندوں کو جنت میں بھیجنے اور انصاف دینے میں جائز نہیں ہے۔ چونکہ انسانوں کو آزادانہ مرضی عطا کی گئی ہے، لہذا یہ بات منطقی ہے کہ انسان اس ذمہ داری کے ذمہ دار ٹھہرے جائیں گے کہ انہوں نے خدا کے عطا کردہ اس تحفہ کو کس طرح استعمال کیا۔ قرآنی آیات خود کو اس حد تک مختلف تشریحات کے لئے پیش کر سکتی ہیں کہ انسان اپنے اعمال کا مصنف ہے، لیکن انسانی احتساب کے بنیادی موضوع پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام سے پہلے کے عربوں کا خیال تھا کہ اللہ زندگی کا خالق اور رزق دینے والا ہے، لیکن انسانیت کے مسائل سے اللہ کا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ نے دنیا کو تخلیق کیا اور پھر پسپائی اختیار کر لی اور انسانیت کو اس کی تقدیر یا غیر ضروری "اوقات" پر چھوڑ دیا، جو تمام لوگوں کو انکی تقدیر بتاتے ہیں۔ دائمی امید کے اس پیغام کے ساتھ قرآن مجید زندگی کے حقیقت پسندانہ، تقدیر کے نقطہ نظر کا دفاع کرتا ہے اور بار بار بیان کرتا ہے کہ انفرادی اور معاشرتی زندگی میں پیش آنے والے واقعات مضبوطی سے ایک ہمدرد اور طاقتور خدا کے قابو میں ہیں۔ یہاں تک کہ موت بھی ایک نئی، ابدی زندگی کا آغاز ہے۔

انسان کو آزاد مرضی سے نوازا گیا ہے

اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو مٹا کر (اندھا کر) دیں۔ پھر یہ رستے کو دوڑیں تو کہاں دیکھ سکیں گے۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ان کی صورتیں بدل دیں پھر وہاں سے نہ آگے جا سکیں اور نہ (پیچھے) لوٹ سکیں۔ (یٰس 66-67)

خدا نے انسانوں کو عقل کی رہنمائی اور اخلاقی احساس سے نوازا جو انسانی فطرت کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا سننے، دیکھنے اور محسوس کرنے کے حواس ہیں۔ اندھے عقیدے پر اصرار کرنا استدلال کے برخلاف ہے۔ اگر یہ خدا کی مرضی نہ ہوتی کہ انسانوں کو اپنی مرضی یا اخلاقی انتخاب کی آزادی ہو، تو وہ ابتدا ہی سے انہیں روحانی اور اخلاقی طور پر مستقل فطرت عطا کرتا، انہیں پوری طرح سے اپنی جبلت میں جوڑ دیتا، جو آگے بڑھنے کی ہر خواہش سے، مثبت ترقی یا غلط راستے سے پیچھے ہٹنے کے راستوں سے بھی عاری ہوتا۔

انسان کے سوا سب مخلوقات خدا کی مرضی کے مطابق چلتی ہیں

اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے یا زبردستی سے خدا کے آگے سجدہ کرتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح و شام (سجدے کرتے ہیں)۔ (سورہ الرعد- 15)

کیا ان لوگوں نے خدا کی مخلوقات میں سے ایسی چیزیں نہیں دیکھیں جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو) لوٹتے رہتے ہیں (یعنی) خدا کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔ اور تمام جاندار جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب خدا کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی اور وہ ذرا غرور نہیں کرتے۔ اور اپنے پروردگار سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے ہیں اور جو ان کو ارشاد ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ (النحل 48-50)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور بہت سے انسان خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کو خدا ذلیل کرے اس کو عزت دینے والا نہیں۔ بے شک خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (الحج- 18)

وہ ساری چیزیں اور مخلوق جو آسمان اور زمین پر ہیں اللہ کی مرضی کے تابع ہیں۔ "سجدہ" جس کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ ایک علامت ہے جو تمام مخلوقات اور چیزوں کے اللہ کی مرضی کے مطابق اندرونی تابعداری کا اظہار کرتا ہے۔ ان "چیزوں" کے ذریعے بے جان چیزوں اور شاید زندہ حیاتیات جیسے پودوں کی نشاندہی بھی کی جاتی ہے، کیونکہ وہ مطیع ہوتے ہیں۔ جانور اور فرشتے، نچلی اور اعلی ترین مخلوق بھی خدا کی مرضی کی تعمیل کرتے ہیں۔

حرکت کرنے والے ہر جانور کی فطری بے گناہی اور فرشتوں کے برخلاف، انسان کو اس اصطلاح کے اخلاقی معنوں میں آزادانہ ارادے سے نوازا گیا ہے۔ وہ صحیح اور غلط کے درمیان انتخاب کر سکتا ہے—اور اسی وجہ سے، وہ گناہ بھی کر سکتا ہے اور اکثر کرتا ہے۔ مومن رضاکارانہ طور پر خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں، جبکہ حق سے انکار کرنے والے، جو اس کے تابع ہونے کو تیار نہیں ہوتے، اس چیز سے آگاہ ہوئے بغیر بھی، اس کی مرضی کے

تابع ہوتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کا انکار کرتے ہیں وہ دنیا میں اپنے رویوں کا ایک لازمی نتیجہ اور سزا آخرت میں پائیں گے، جو کہ اس اصطلاح کے روایتی معنی میں محض صوابدیدی سزا کے طور پر نہیں ہو گا۔ بدکار لوگوں آخرت کی زندگی میں نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کو جوابدہ ہونا پڑے گا۔

ہم نے (بار) امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا (الحزاب - 72)

خلاف ورزی کا دائرہ کار دو یا زیادہ سے زیادہ ممکنہ راستوں یا طرز عمل کے طریقوں، اور اسی طرح اچھے اور برے کے درمیان انتخاب کرنے کی صلاحیت پر مشتمل ہے۔ پھر بھی انسان نے اس ذمہ داری کو اٹھایا اور پھر اخلاقی ذمہ داری کو پورا کرنے میں ناکام رہا جو اس وجہ اور آزادانہ ارادے سے پیدا ہوتا ہے جس کے ساتھ اسے عطا کیا گیا ہے۔ اس کا اطلاق نسل انسانی پر ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ یہ تمام انفرادی لوگوں پر لاگو ہو۔

انسان کی آزاد مرضی اور اللہ کی قدرت

قرآن مجید کے عالمی جائزہ کے مطابق، اللہ ہی تمام واقعات کا حتمی ذریعہ ہے۔ اس کائنات کو ایک ماہر، قادر خدا کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے جو اچھائی اور برائی پر مکمل طاقت رکھتا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے اور ہوتا ہے اللہ اسے جانتا ہے، اور اس کے علم یا اس کی طاقت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

سب کچھ اللہ ہی کی جانب سے ہے

ان لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو (اے محمد ﷺ تم سے) کہتے ہیں کہ یہ گزند آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچا) ہے کہہ دو کہ (رنج وراحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟ (النساء 78)

جب مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ کچھ اچھا ہوتا تو وہ کہتے، "یہ خدا کی طرف سے ہے"، کیونکہ اللہ جانتا تھا کہ وہ اچھے تھے۔ اگر ان پر کوئی تکلیف پہنچتی، تو وہ کہت، "اے نبی یہ تو آپ کی طرف سے ہے"۔ اللہ نبی ﷺ سے کہہ رہا ہے کہ: "سب اللہ کی طرف سے ہی ہے،" اچھائی اور برائی دونوں ہی۔ خدا کے حتمی اختیار کے بارے میں "تمام واقعات کی روانی سے متعلق"، "وہ حقیقت کو سمجھنے کے لئے قطعاً عقلمند ہی نہیں ہیں۔"

اے (انسان) تجھ کو جو فائدہ پہنچے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامت اعمال) کی وجہ سے ہے (النساء – 79)

دیکھنے میں یہ دو آیات "سب کچھ خدا کی طرف سے ہے" اور "آپ کو جو بھی برائی پہنچتی ہے وہ آپکی اپنی جانب سے ہی ہے"، ایک دوسرے سے متصادم معلوم ہوتے ہیں۔ تاہم، اس تضاد کو انسان کی آزادانہ خواہش کے تناظر میں ایک محدود حد تک سمجھا یا جاسکتا ہے۔ اگرچہ انسان میں اچھائی اور برائی اللہ کی مرضی سے ہی نکلتی ہے، خدا نے انسان کو آزادانہ ارادے یا انتخاب کی آزادی کی شکل میں خود ارادیت کی طاقت عطا کر دی ہے۔ کچھ برے حالات انسان کے لئے کھلے ہوئے کئی راستوں کے مابین غلط انتخاب کے نتیجے میں ہوسکتے ہیں۔ کچھ تکالیف کے لئے، انسان کو صرف اپنے آپ پر ہی اس کا الزام

لگاناپڑتاہے، کیونکہ "خدا کسی کے ساتھ اتنا بھی ظلم نہیں کرتا جتنا کسی ایٹم (ذرے) کا وزن ہوتا ہے"۔(4:40)۔ تاہم، ہر وہ چیز برائی نہیں ہوتی جسے انسان بد قسمتی کہتاہے۔ یہ مصیبت کے ذریعے روحانی نشوونما کے لئے آزمائش اور خدا کی چاہت کے مطابق آزمائش بھی ہو سکتی ہے اور ضروری نہیں کہ یہ مصیبت زدہ شخص کی طرف سے کسی غلط انتخاب یا غلط عمل کا نتیجہ ہو۔

اللہ کا ایک لطیف سا انداز

> **تو مجھ کو اس کلام کے جھٹلانے والوں سے سمجھ لینے دو۔ ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسے طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو گی۔ اور میں ان کو مہلت دیئے جاتا ہوں میری تدبیر قوی ہے۔(القلم:44-45)**

"اس پکڑ" سے مراد بالعموم الہی وحی ہوتی ہے، اور بالخصوص قیامت اور فیصلے کے دن کی پکڑ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ کو ہی یہ فیصلہ کرنے کا حق ہے کہ انھیں عذاب دیا جائے یا نہیں۔ "لطیف انداز" کی اصطلاح یہاں خدا کی تخلیق اور واقعات کے بہاؤ کے غیر متزلزل منصوبے کے لئے ہے، جس کا انسان صرف الگ تھلگ ٹکڑوں کا ہی اندازہ کر سکتاہے اور کبھی بھی مکمل اندازہ نہیں ہو سکتا —ایسا منصوبہ جس میں ہر چیز کا ایک خاص کام ہوتا ہے، اور کچھ بھی حادثاتی نہیں ہوتا۔ "تھوڑی دیر کے لئے مہلت دینا" آزادی دینے کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی مدد سے شریر افراد اپنی زندگی سے بھرپور لطف اندوز ہو سکتے ہیں، جبکہ بہت سارے نیک لوگوں کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انسان اپنی زندگی اور آخرت کے واقعات کیلئے اللہ کے "لطیف منصوبے" میں جو کردار ادا کرتا ہے، اسے سمجھنا انسان سے کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

آزاد مگر شتر بے مہار نہیں

قرآنی تعلیمات کی تصویر خدا کے منصوبے کی ساخت کو واضح کرتی ہے۔ تمام واقعات کے بہاؤ کے پیچھے ایک عظیم الشان، الہی، باریک بین منصوبہ ہے۔ انسان کی زندگی، پیدائش سے لے کر موت تک ایک وسیع الٰہی منصوبے کا ایک باریک بین ساجزو ہے۔ انسان کی آزادی خدا کے قادر مطلق ہونے کی مرضی کے کمپاس میں ہی محدود ہے، اور ایک خاص نکتے پر بھی، انسان خدا کے تقدس سے باہر کام نہیں کر سکتا۔ انسان عملی طور پر آزاد ہے، لیکن اسے شتر بے مہار نہیں چھوڑا گیا۔

انسان ایک متضاد بقائے باہمی میں رہتا ہے، جہاں تمام معاملات پر اللہ کا قابو ہے، لیکن ہر ایک انسان اپنی ہر انتخاب کا ذمہ دار ہے کیونکہ اللہ اسے "تھوڑی دیر کے لئے مہلت" دیتا ہے، اور انسان تقدیر کا نام لیکر اپنے آپ کو بے قصور یا آزاد نہیں ٹھہرا سکتا۔ نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ، "خدا پر بھروسہ کرو لیکن اپنے اونٹ کو باندھ کر رکھو،" واضح کرتا ہے کہ اللہ کی قادر مطلقیت کے ناقابل تسخیر اسرار پر یقین کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی ذمہ داری بھی لازم ہے۔

مقدس ہدایت

اللہ قوانین بناتا ہے

اور سیدھا رستہ تو خدا تک جا پہنچتا ہے۔ اور بعض رستے ٹیڑھے ہیں (وہ اس تک نہیں پہنچتے) اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے رستے پر چلا دیتا (النحل۔ 9)

مومنو! اگر تم خدا سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لیے امر فارق پیدا کر دے گا (یعنی تم کو ممتاز کر دے گا) تو وہ تمہارے گناہ مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ اور خدا بڑا فضل والا ہے۔ (الانفال:29)

اللہ احکام طے کرتا ہے اور اپنے نبیوں ؑ کے ذریعہ ان کو واضح کرتا ہے۔ چاہے کوئی فرد سنے یا اطاعت کرے، یہ اس شخص پر منحصر ہے، جو اس معاملے میں آزاد مرضی کا مالک ہوتا ہے۔ اللہ اخلاقیات اور اچھے اخلاق کے اہداف کو صحیح راستے کے تصور میں مرتب کرتا ہے۔ انسان صرف اللہ کی رہنمائی سے اور اس کی حدود کے اندر رہ کر ہی ایمان حاصل کر سکتا ہے جو اس نے انسان کی فطرت میں شامل کیا ہے، اس میں حق اور باطل کے درمیان امتیاز کرنے کی صلاحیت بھی شامل ہے۔ چونکہ انسان کی اخلاقی انتخاب کی آزادی، خدا کی خواہش مند فطرت کے مطابق ہونے، اور سچا ہونے کی رضامندی یا نہ چاہنے پر انحصار کرتی ہے، لہٰذا اسے خدا کے فضل و کرم پر منحصر کہا جا سکتا ہے۔ کسی بشر کے پاس یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو ایمان پر لائے، جب تک کہ اللہ اس شخص کو اپنی رہنمائی عطاء نہ کر دے۔

قیاس کی بنیاد پر اخلاقیات

تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسی تجویزیں کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں (یہ) پڑھتے ہو کہ جو چیز تم پسند کرو گے وہ تم کو ضرور ملے گی۔ یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت کے دن تک چلی جائیں گی کہ جس شے کا تم حکم کرو گے وہ تمہارے لئے حاضر ہو گی۔ ان سے پوچھو کہ ان میں سے اس کا کون ذمہ لیتا ہے؟ کیا (اس قول میں) ان کے اور بھی شریک ہیں؟ اگر یہ سچے ہیں تو اپنے شریکوں کو لا سامنے کریں (القلم:36-41)

خدا کے لئے اپنے پاس سے ترجیحات بیان کرنا

اور یوں ہی جھوٹ جو تمہاری زبان پر آجائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ خدا پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو۔ جو لوگ خدا پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں ان کا بھلا نہیں ہو گا۔ جھوٹ کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے مگر (اس کے بدلے) ان کو دردناک عذاب بہت ہو گا۔ (النحل:116-117)

انبیاءؑ اللہ کی رہنمائی آگے پہنچاتے ہیں

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت اور گمراہی میں) فرق کر دینے والی اور (سرتاپا) روشنی اور نصیحت (کی کتاب) عطا کی (یعنی) پرہیز گاروں کے لئے۔ جو بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور قیامت کا بھی خوف رکھتے ہیں۔ یہ مبارک نصیحت ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے تو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟ (الانبیاء:48-50)

تمام الہی وحیوں میں تاریخی تسلسل کے قرآنی نظریے کو پہلے انبیاء کے سامنے "جھوٹ سے سچائی کو واضح کرنے کے معیار کا" حوالہ دے کر بیان کیا گیا تھا۔ یہ بات اس حقیقت پر زور دیتی ہے کہ تنہا وحی ہی تمام اخلاقی اقداروں کا معیار پیش کرتی ہے۔ اس کا تعلق تورات میں موجود بنیادی اخلاقی سچائیوں سے ہے اور یہ تمام الہی وحیوں سے ہم آہنگ ہے۔

اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان بولتا تھا تاکہ انہیں (احکام خدا) کھول کھول کر بتادے۔ پھر خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے (ابراہیم:4)

کہہ دیجئے کہ مجھ کو یہی ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں جس نے اس کو محترم (اور مقام ادب) بنایا ہے اور سب چیز اُسی کی ہے اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کا حکم بردار رہوں۔ (النمل:91)

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اور حق ظاہر کرنے کے لئے خدا ہی کافی ہے۔ (الفتح:28)

دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے (آل عمران:19)

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی مذہب (اس اصطلاح کے وسیع معنوں میں) جو مذکورہ اصول پر مبنی نہ ہو وہ باطل ہے، اور حق ہمیشہ باطل سے بالاتر ہوتا ہے۔

اللہ پہلے خبردار کرتا ہے، پھر سزا دیتا ہے

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کے لئے نصیحت کرنے والے (پہلے بھیج دیتے) تھے۔ نصیحت کر دیں اور ہم ظالم نہیں ہیں۔

(الشعراء- 208-209)

اور اگر ہم ان کو پیغمبر (کے بھیجنے) سے پیشتر کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیرے کلام (واحکام) کی پیروی کرتے۔ کہہ دو کہ سب (نتائج اعمال) کے منتظر ہیں سو تم بھی منتظر رہو۔ عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ (دین کے) سیدھے رستے پر چلنے والے کون ہیں اور (جنت کی طرف) راہ پانے والے کون ہیں (ہم یا تم)۔(طہٰ:134-135)

نیکی کرنا اپنے بھلے کیلیئے ہی ہے

اور یہ بھی کہ قرآن پڑھا کروں۔ تو جو شخص راہ راست اختیار کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے اختیار کرتا ہے۔ اور جو گمراہ رہتا ہے تو کہہ دو کہ میں تو صرف نصیحت کرنے والا ہوں۔ اور کہو کہ خدا کا شکر ہے۔ وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم اُن کو پہچان لوگے۔ اور جو کام تم کرتے ہو تمہارا پروردگار اُن سے بے خبر نہیں ہے۔(النمل:92-93)

اے محمد ﷺ! ان سے کہہ دو کہ) تمہارے (پاس) پروردگار کی طرف سے (روشن) دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے (ان کو آنکھ کھول کر) دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں برا کیا۔ اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔ اور ہم اسی طرح اپنی آیتیں پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ کافر یہ نہ کہیں کہ تم (یہ باتیں اہل کتاب سے) سیکھے ہوئے ہو اور تاکہ سمجھنے والے لوگوں کے لئے تشریح کر دیں۔ اور جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کرو۔ اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور مشرکوں سے کنارہ کرلو۔(الانعام:104- 106)

اسلامی اخلاقیات عملی پرستی پر مبنی ہیں، کیوں کہ قرآن ہمیں بار بار یاد دلاتا ہے کہ اگر آپ اچھے اور نیک کام کرتے ہیں جو آپ کے فائدے کے لئے ہوتے ہیں تو، آپ احسان پر احسان نہیں کرتے۔ اگر آپ برائی کرتے ہیں تو، یہ آپ کے لئے ہی باعث تکلیف ہے، اور اس سے خدا کو کسی طرح بھی اثر نہیں پڑے گا۔

حقیقی تبدیلی پر ہی برکتیں آتی ہیں

یہ اس لیے کہ جو نعمت خدا کسی قوم کو دیا کرتا ہے جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ بدل ڈالیں خدا اسے نہیں بدلا کرتا۔ اور اس لیے کہ خدا سنتا جانتا ہے۔(الانفال:53)

مذکورہ بالا آیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ خدا کبھی بھی کسی فرد سے خود فیصلہ کرنے کی طاقت کو سلب نہیں کرتا۔

خدا اس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدلے۔ اور جب خدا کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی۔ اور خدا کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ (الرعد:11)

اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم اُن کو ضرور اپنے رستے دکھادیں گے۔ اور خدا تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔ (العنکبوت:69)

اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو اُتارا ہے (جس کی تمام) باتیں کھلی ہوئی (ہیں) اور یہ (یاد رکھو) کہ خدا جس کو چاہتا ہے ہدایات دیتا ہے (الحج:16)

خدا اپنی نعمتوں کو انسانوں سے نہیں ہٹاتا جب تک کہ ان کے نفس اندرونی طور پر خراب نہ ہو جائیں (دیکھیں 8:53)، اسی طرح وہ جان بوجھ کر گناہ کرنے والوں کو اپنی نعمتیں نہیں دیتا جب تک کہ وہ اپنے اندرونی معاملات کو تبدیل نہ کریں اور اللہ کے فضل کے لائق ہو جائیں۔ اس بات کے وسیع معنوں میں، یہ علت اور اثر کے الٰہی قانون (سنت اللہ) کی ایک مثال ہے، جو افراد اور معاشروں، دونوں کی زندگیوں پر حاوی ہے، اور تہذیبوں کا عروج وزوال لوگوں کی اپنی "باطنی "اخلاقی خصوصیات اور ان میں ہونے والی تبدیلیوں پر منحصر ہے۔"

اچھائی اور برائی کا راستہ

ہمیں اس شہر (مکہ) کی قسم اور تم اسی شہر میں تو رہتے ہو کہ ہم نے انسان کو تکلیف (کی حالت) میں (رہنے والا) بنایا ہے کیا وہ خیال رکھتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پائے گا کہتا ہے کہ میں نے بہت سامال برباد کیا کیا اسے یہ گمان ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں بھلا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور زبان اور دو ہونٹ (نہیں دیئے) (یہ چیزیں بھی دیں) اور اس کو (خیر وشر کے) دونوں راستے بھی دکھا دیئے۔ (سورہ البلد:1-10)

"اس شہر" سے مراد مکہ کی سرزمین ہے، اور دوسری آیت میں ضمیر "آپ" سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہ ترتیب، تاہم، وسیع تر، اور عمومی تشریح کی ضمانت دیتی ہے۔ "یہ سرزمین" کا لفظ دراصل زمین کو بیان کرتا ہے، اور "آپ" عام طور پر انسان سے تعلق رکھتا ہے۔ جو استعاراتی طور پر "گواہی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے" یہی اس کا فطری ماحول ہے۔ جملہ "ہر والدین اور اُن کی ساری اولاد" انسانی نسل کے آغاز سے آخر تک کی علامت ہے۔

وہ فخر کرتا ہے کہ اس کے وسائل اور اس کے امکانات ناقابل تسخیر ہیں، جو مذہبی زوال کے تمام ادوار کی ایک وسیع عقیدے کی خصوصیت ہے، کہ اُس طاقت کی کوئی حد نہیں ہے جس کی صرف تمنا ہی کر سکتا ہے۔ اس کے دنیاوی "مفادات" ہی صحیح اور غلط کا واحد معیار ہیں۔ کیا اسے لگتا ہے کہ وہ اپنے آپ کے سوا کسی کا بھی ذمہ دار نہیں ہے؟ خدا کے وجود کی حقیقت کی آواز کو پہچاننے کے لئے یا رہنمائی طلب کرنے کے لئے " کیا ہم نے اسے دو آنکھیں، اور ایک زبان، اور ہونٹوں کا جوڑا نہیں عطا کیا؟"۔

حق اور باطل کا صوابدیدی تعین

اخلاقی ارتباطی نظریہ یہ ہے کہ اخلاقیات دراصل؛ثقافت ، معاشرے ، یا تاریخی سیاق و سباق کے لحاظ سے موجود ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے لحاظ سے ہیں نہ کہ مطلق۔جسے آپ صحیح رویّہ سمجھتے ہیں وہ آپ کے لئے صحیح رویّہ ہو سکتا ہے، لیکن ہو سکتا ہے میرے لئے نہ ہو۔اخلاقی ارتباط ایک فرد کے فیصلے پر مبنی ہوتا ہے ، اور یہ کسی فرد یا گروہ کے ہر عمل کا جواز پیش کرتا ہے۔قرآن اس انسانیت پسندانہ نقطہ نظر کو مسترد کرتا ہے ، جو انسان کو انصاف کی زندگی گزارنے کی فطری صلاحیت کا ایسا سہرا دیتا ہے ،جس کا کوئی بیرونی حوالہ یا معیار نہیں ہے۔عقلی اخلاقیات کے احکامات کے ذریعہ انسان واقعی یہ جاننے کے اہل ہے کہ صحیح کیا ہے اور کیا غلط ہے۔پھر بھی ، اچھائی اور برائی کے درمیان فرق کرنے میں قدرتی انسانی وابستگی ہمیشہ قابل اعتماد نہیں ہوتی۔ انسان اپنی فطری حالت میں اپنے مفاد کو اچھا سمجھتا ہے اور جو چیز انسان کی دلچسپی کو خراب کرتی ہے،اسے برا سمجھتا ہے۔وحی کے علاوہ بھی ، قتل ہمیشہ برا ہی سمجھا جاتا رہا ہے اور زندگی بچانا اچھا کام سمجھا جاتا رہا ہے۔اللہ نے اپنے نبیوں پر وحی کے ذریعے اخلاقیات کا ایک مقصد اور آفاقی معیار طے کیا۔

اللہ کے احکامات یا ممنوعات، جن کا اللہ نے واضح طور پر حکم دیا ہے ان سے بالاتر ہو کر خدا کے احکامات یا ممنوعات کے من مانی طریقوں پر عمل کی بھی قرآن مجید مذمت کرتا ہے (الزمخشری)۔کچھ مفسرین ، جیسے محمد عبد، اپنے، بیانات میں ان گنت قیاسات کو "قانونی" احکامات کے بطور شامل کرتے ہیں ، جو قرآن کے الفاظ یا کسی مستند روایت کی تصدیق کے بغیر ہیں ، انفرادی مسلم اسکالرز نے اپنے طریقوں کے ذریعے اخذ کر لئے ہوئے ہیں اور پھر انہیں "اللہ کے احکامات" کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

7

اللہ کی رہنمائی کو قبول کرنے یا اسکا انکار کرنے کی آزادی

انسان کی آزاد مرضی اور اللہ کی ہدایت

تو تم مُردوں کی (بات) نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو جب وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں آواز سنا سکتے ہو اور نہ اندھوں کو اُن کی گمراہی سے (نکال کر) راہ راست پر لاسکتے ہو۔ تم تو انہی لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہی فرمانبردار ہیں۔ (الروم:52-53)

اور اگر خدا چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم کو ان پر نگہبان مقرر نہیں کیا۔ اور نہ تم ان کے داروغہ ہو۔ (الانعام:107)

اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے۔ لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھردوں گا۔ (السجدۃ:13)

سب باتیں خدا کے اختیار میں ہیں تو کیا مومنوں کو اس سے اطمینان نہیں ہوا کہ اگر خدا چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کے رستے پر چلا دیتا۔ (الرعد:31)

اور اگر خدا چاہتا تو تم (سب) کو ایک ہی جماعت بنا دیتا۔ لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جو عمل تم کرتے ہو (اُس دن) اُن کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔ (النحل:93)

یہی خدا کی ہدایت ہے وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ (الزمر:23)

اور یہی تمہارے پروردگار کا سیدھا رستہ ہے جو لوگ غور کرنے والے ہیں ان کے لیے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں (الانعام:126)

اللہ جانتا ہے کہ کون ایمان کا انتخاب کرے گا اور پھر توبہ کرے گا (اللہ کی خوشنودی سے) اللہ کی خوشنودی کا امیدوار بنے گا، اور پھر وہ اس پر اپنا فضل یا ہدایت عطا کرے گا۔ "رہنمائی" یا "درست سمت دکھاتا ہے" کا لفظ دراصل اللہ کی تکمیل اور اس کی عطا کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو ہر اس شخص کے حق میں ہے جو اسکا مستحق ہے۔

قدرتی قانون کا نظریہ جس کی طرف انسان مائل ہوتا ہے اور اسکے افعال بھی — نیز کائنات میں موجود تمام دیگر شرائط تابع ہیں—وہ یہ ہے کہ ہر عمل کے مخالف ردعمل ہوتا ہے۔ ہر وجہ کا اثر ہوتا ہے، اور ہر اثر کا ایک سبب ہوتا ہے۔ صرف ایک استثنا اللہ کو ہی حاصل ہے، جس کا وجود تمام موجودات

سے بالا ہے۔ خدا نے انسانوں کو آزادانہ ارادے سے نوازا ہے، اور وہ بہت سارے رونما ہونے والے واقعات کو کچھ خاص وجوہات کی پیروی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

وہ جنہیں اللہ گمراہ کردیتا ہے

اس (مثال) سے (اللہ) بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے اور گمراہ بھی کرتا تو نافرمانوں ہی کو۔ (البقرہ:26)

اللہ کی جانب سے تمام قرآنی حوالے، جو کسی آدمی کو گمراہ ہونے کی بات کرتے ہیں، ان کو اس پس منظر کے خلاف ہونا چاہئے کہ "" وہ ظالموں کو چھوڑ کر کسی گمراہ نہیں کرتا ہے۔ " جو شخص " گمراہی کی طرف راغب ہونا چاہتا ہے " وہ حق (وجہ) کو رد کرنے کا انتخاب کرے گا اور اس انکار پر ثابت قدم رہے گا اور اسے کبھی بھی ایمان نہیں ملے گا۔ اس نے جان بوجھ کر اپنی آزادانہ مرضی کا غلط استعمال کیا ہے جو خدا نے انسان کو عطا کی ہے۔ انسان کا سیدھے راستے سے ہٹنا اس کے رویوں اور برائی کی جانب مائل ہونے کی وجہ سے ہے، نہ کہ اللہ کی جانب سے من مانی کرنے کی لکھی ہوئی تقدیر یا قسمت کا نتیجہ۔

جس شخص کو خدا گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ ان (گمراہوں) کو چھوڑے رکھتا ہے کہ اپنی سرکشی میں پڑے بھکتے رہیں (الاعراف:186)

تو جس شخص کو خدا چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے اس طرح خدا ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے عذاب بھیجتا ہے۔ اور یہی تمہارے پروردگار کا سیدھا رستہ ہے جو لوگ غور کرنے والے ہیں ان کے لیے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔ (الانعام:125-126)

"خوف" کسی بھی ایسی چیز کی نشاندہی کرتا ہے جو اندرونی طور پر گھناؤنی، خوفناک یا مکروہ ہو۔ اس معاملے میں، یہ بے معنی کے خوفناک احساس کی نشاندہی کرتا ہے جو ہر ایسے شخص پر حاوی ہو جاتی ہے جو یہ نہیں مانتا ہے کہ زندگی کا کوئی مطلب اور مقصد ہے۔ " آپ کے برقرار رکھنے والے (اللہ) کا راستہ سیدھا ہے "۔ یہ اصول انسان کی باطنی زندگی پر بھی مقصد اور اثر کے قانون کے اطلاق میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا۔

اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے تئیں بھول گئے۔ یہ بدکردار لوگ ہیں (الحشر:19)

یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر خدا نے مہر لگا رکھی ہے۔ اور یہی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں کچھ شک نہیں کہ یہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہوں گے (النحل:108-109)

کیونکہ جو اس کے رستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے (النحل:125)

وہ یہ طے کرنے سے قاصر ہیں کہ اُن کے لئے کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے۔ اللہ نے توبہ نہ کرنے والے گنہگاروں کے دلوں پر اپنی ہدایت کے تابع ہونے سے مستقل اور شعوری انکار کے نتیجے میں مہر ثبت کر دی ہے۔

توان میں بعض ایسے ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔ سو زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا اگر تم ان (کفار) کی ہدایت کے لیے للچاؤ تو جس کو خدا گمراہ کر دیتا ہے اس کو وہ ہدایت نہیں دیا کرتا اور ایسے لوگوں کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوتا (النحل:36-37)

اللہ کسی کو تنہا نہیں چھوڑتا سوائے ان لوگوں کے جو تنہا رہنے کے مستحق ہیں۔ "ان لوگوں کی طرح مت بنو" جنہوں نے، اللہ سے غافل رہ کر، اپنی روحانی صلاحیت کو ضائع کر دیا۔ اللہ کسی کے لئے روحانی طور پر غافل ہو جانے کا سبب نہیں بناتا، اور نہ ہی وہ گنہگاروں کو توبہ کرنے اور نیک سلوک کرنے پر مجبور کرتا ہے، انھیں تنہا چھوڑ دیتا ہے اور انہیں ہر طرح کے احسان یا ہدایت (اثر) سے محروم کرتا ہے۔ حضرت نوحؑ نے اپنی گنہگار جماعت سے ایسے خطاب فرمایا:

اور اگر میں یہ چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور خدا یہ چاہے وہ تمہیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تم کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ وہی تمہارا پروردگار ہے اور تمہیں اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے (ھود:34)

یہ بیان قرآن کی "اللہ کے راستے" کی ڈاکٹرائن کی توثیق کرتا ہے، ان لوگوں کے بارے میں جو مستقل طور پر اللہ کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

اور خدا کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔ خدا (جو معبود برحق ہے اس) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو مومنوں کو چاہیئے کہ خدا ہی پر بھروسا رکھیں (التغابن:12-13)

پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ تمہارا کام تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے۔ (الشوری:48)

جب اللہ، حق سے انکار کرنے والے کی طرف سے گناہ کرنے پر مسلسل تکرار کو جانتا ہے، تو اسے اس حالت میں چھوڑ دیتا ہے اور اسے توبہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا، اللہ کی اس طرح کرنے کی صفت کو قرآن مجید میں "گمراہ کر دینے" اور "گناہ پر لگا رہنے دینے" کے طور پر دکھایا گیا ہے۔

گنہگاروں کو رعایت کی ادائیگی

اور کافر لوگ یہ نہ خیال کریں کہ ہم جو ان کو مہلت دیئے جاتے ہیں تو یہ ان کے حق میں اچھا ہے۔ (نہیں بلکہ) ہم ان کو اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کر لیں۔ آخرکار ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا (آل عمران:178)

مندرجہ بالا آیت میں کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ لوگ حق سے انکار پر تلے ہوئے ہیں، لہذا ان کو اپنے مفادات پر غور و خوض کے لئے ہمیں انکو انتخاب کی آزادی اور وقت دینا- دینا فائدہ مند نہیں ہو گا۔ اس کے برعکس، اس کی وجہ سے وہ جھوٹی خود اعتمادی اور گناہ گاری میں بڑھیں گے۔ خدا ان کے "گناہ میں بڑھنے کو" کو اپنی مرضی سے منسوب کرتا ہے کیونکہ وہی ہے جس نے اپنی تخلیق پر اسباب واثر کا فطری قانون نافذ کیا ہے۔

جوابدہی

نیک بننا اپنے بھلے کے لئے ہی ہے

کہہ دیجئے کہ لوگو تمہارے پروردگار کے ہاں سے تمہارے پاس حق آچکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے۔ اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں (یونس:108)

اور جو عمل تم کرتے ہو (اُس دن) اُن کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔ (النحل:93)

جو کوئی (برا) کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کا جانا ہے تو جن جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے وہ تم کو بتائے گا (الانعام:164)

یہ جماعت گزر چکی۔ ان کو اُن کے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمہارے اعمال (کا) اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہوگی (البقرہ:134)

کہہ دو کہ نہ ہمارے گناہوں کی تم سے پرسش ہوگی اور نہ تمہارے اعمال کی ہم سے پرسش ہوگی۔ کہہ دو کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردے گا۔ اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا اور صاحب علم ہے۔ (سباء:25-26)

یہ کہ کوئی شخص دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی (النجم:38-40)

"کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا": یہ بنیادی اخلاقی قانون پانچ بار قرآن مجید میں بیان ہوا ہے - 6:164, 17:15, 35:18, 39:7، اس کے علاوہ اوپر کی آیت میں بھی بیان ہوا جو ان آیات کے لحاظ سے وحی کی تاریخ کی سب سے پہلی آیت ہے۔ یہ آیت دراصل گناہ کے مسیحی نظریہ کو مسترد کرنے کا اظہار کرتی ہے۔ یہ اس خیال کی تردید کرتی ہے کہ کسی شخص کے گناہوں کا کفارہ کسی ولی یا بزرگ یا نبی کی بدلے والی قربانی کے ذریعہ دیا جاسکتا ہے، جیسا کہ عیسائی عقیدہ میں ہے کہ انسانیت کے گناہوں کے لئے عیسیٰ نے کفارہ کے طور پر اپنی قربانی دے دی یا فارسی عقائد میں تھا کہ متھراس نے انسان کے مذموم گناہوں سے چھٹکارے کے لئے قربانی دے دی۔ باطنی طور پر، یہ تصور گنہگار اور خدا کے مابین کسی ثالثی کے امکان سے انکار کرتا ہے۔ قرآن نے انفرادی ذمہ داری کے اسلامی اصول پر زور دیا ہے اور یہودیوں کے بطور ابراہیم کی نسل سے ہونے کے لحاظ سے ان کے "منتخب کردہ افراد" ہونے کے نظریے کی تردید کی ہے۔

اللہ کی ہدایت کا انکار کرنے کے نتائج

اور اس طرح ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں(تا کہ تم لوگ ان پر عمل کرو)اور اس لئے کہ گنہگاروں کا رستہ ظاہر ہو جائے(الانعام:55)

مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے۔اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور تمہارے پروردگار کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا(ھود:119)

اللہ ہی تمام اخلاقی قوانین کا حقیقی ذریعہ ہے جہاں سے صحیح اور غلط کو پرکھا جاتا ہے، وہ اخلاقی تشخیص کا ایک معیار ہے، جو فرد اور معاشرے پر پابند ہے۔ تاہم، شیطان کے پیروکار جو اللہ کی طرف سے اسکی پیش کردہ ہدایات کو مسترد کرتے ہیں انھیں آخرت میں عذاب بھگتنا پڑے گا۔

8

مذہب کی آزادی

مذہبی آزادی کو آزادی کی سب سے بنیادی شکل سمجھا جاتا ہے۔ اس میں فکر و تقریر کی آزادی اور انجمن و نقل و حرکت کی آزادی شامل ہے۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ محفوظ نجی ملکیت کے بغیر مذہبی آزادی نہیں ہو سکتی، کیوں کہ محفوظ املاک کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرد کسی بھی طرح کی عبادات کو بجالا سکتا ہے جو وہ اپنی جائداد کی جگہ پر بجالانا چاہتا ہو، بغیر کسی مداخلت کے۔

اخلاقیات کا تصور انسان کی اللہ کی عطا کردہ اچھائی اور برائی کے درمیان انتخاب کی آزادی، اور مختلف مذاہب میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کی آزادی سے منسلک ہے۔ مذہبی آزادی کا نظریہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے ضمیر کی مرضی کے مطابق، اپنے اُس عقیدے اور اعتقاد پر عمل کرنے کا حق ہے جو اسے مناسب لگتا ہے۔

ایمان میں کوئی جبر نہیں ہے

دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور خدا پر ایمان لائے اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور خدا (سب کچھ) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے (البقرہ:256)

"برائی کی طاقتیں" کسی بھی ایسی چیز کی نشاندہی کرتی ہیں جنکی خدا کی بجائے عبادت کی جاتی ہے اور وہ سب چیزیں جو انسان کو خدا سے دور کر سکتی ہیں اور اسے برائی کی طرف لے جاسکتی ہیں۔ اوپر بیان کی گئی مذہب یا مذہب سے متعلق کسی بھی چیز پر زبردستی کی ممانعت کے بارے میں، تمام اسلامی فقہاء کا یہ عقیدہ ہے کہ مذہب کی زبردستی تبدیلی ہر حالت میں ناجائز ہے، اور کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنے کی کوئی کوشش ایک ہے سنگین گناہ ہے۔ اس متفقہ فیصلے نے وسیع پیمانے پر پھیلی اُس غلط فہمی کو دور کر دیا ہے، جو یہ ہے کہ اسلام کافروں کے سامنے "مذہب کی تبدیلی یا پھر تلوار" کا آپشن ہی رکھتا ہے۔ حکومت کے ذریعے یا طاقت کے ذریعے مذہب کا نفاذ فطری طور پر غیر اسلامی اور مذہب کی آزادی کے خلاف ہے۔

اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں۔ حالانکہ کسی شخص کو قدرت نہیں ہے کہ خدا کے حکم کے بغیر ایمان لائے۔ اور جو لوگ بے عقل ہیں ان پر وہ (کفر و ذلت کی) نجاست ڈالتا ہے۔ (یونس:99-100)

قرآن نے بار بار اس حقیقت پر زور دیا ہے کہ "اگر وہ چاہتا تو وہ تمہاری بالکل سیدھے راستے کی جانب رہنمائی کرتا۔" (6:149)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اس چیز کی خواہش کی ہے ورنہ - اس نے انسان کو حق اور باطل کے درمیان انتخاب کرنے کی آزادی دی ہے، اور اسے اخلاقی وجود کی حیثیت سے بلند کیا ہے۔ کفر کسی انسان کے اللہ کے پیغامات کو سمجھنے کے لئے اپنی کسی وجہ کو استعمال کر کے اپنی خواہش کا اظہار کرنے کی خواہش کا نتیجہ ہے، کیونکہ انکار براہ راست انبیاء کرام کو کی گئی وحیوں میں اظہار کیا گیا ہے یا پھر یہ انسان کے اللہ کی تخلیق کے قابل مشاہدہ مظاہر کے بارے میں کھلم کھلا اظہار سے ہوتا ہے۔

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو۔ پس جو ہمارے (عذاب کی) وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہو (ق:45)

تو آپ نصیحت کرتے رہیں۔ کہ آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔ آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔ ہاں جس نے منہ پھیرا اور نہ مانا تو خدا اس کو بڑا عذاب دے گا۔ بے شک ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے۔ (الغاشیہ:21-26)

انہیں اپنی گمراہی میں تنہا چھوڑ دیجئے

(اے محمد ﷺ) عفو اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کر لیں۔ اور اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی طرح کا وسوسہ پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگو۔ بے شک وہ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔ جو لوگ پرہیز گار ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں (الاعراف:199-202)

مومنین کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ انسانی فطرت کے لئے مناسب لچک پیدا کرے اور غلطیوں پر سختی نہ کرے۔ ان کے لئے بلا وجہ مشکلات پیدا کیے بغیر چیزوں کو آسان بنائیں، اور ان سے ایسی کوششوں کا مطالبہ نہ کریں جو ان کے لئے بہت مشکل ہو سکتی ہیں۔ وہ نصیحت جو سب سے زیادہ قابل ذکر ہے وہ یہ کہ تمام گناہوں سے بڑھ کر نا قابل معافی گناہ یعنی، اللہ کے سوا کسی اور کے لئے خدائی طاقتوں یا خصوصیات کو بیان کرنے (شرک) کا ارتکاب کرنا ہے۔ خدا سے پناہ مانگیں ایسے لوگوں سے جو حق کو مسترد کرتے ہیں اور جاہل رہنے کا انتخاب کرتے ہیں اور اللہ کے غصے کا سبب بنتے ہیں۔ بریکٹس کے درمیان لکھے گئے الفاظ "اندھا غضب" ایک روایت کے ہیں جس کے مطابق نبی ﷺ نے، پچھلی آیت کے نزول کے بعد تحمل کے بارے میں بارے میں بات کرتے ہوئے سوال فرمایا، "اے میرے رب! جائز غضب کے بارے میں کیا ہے؟" جس کے بعد مذکورہ بالا آیت نبی ﷺ پر نازل ہوئی۔ "ان کے بھائی" وہی لوگ ہیں جو جان بوجھ کر سچ سے دور رہتے ہیں اور بے مقصد کی بحثوں میں الجھ کر اللہ کے غضب کا شکار بنتے ہیں۔

لوگوں کی کوتاہیوں کو معاف کیجئے

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) ان میں ہے اس کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور قیامت تو ضرور آکر رہے گی تو تم (ان لوگوں سے) اچھی طرح سے درگزر کرو۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار (سب کچھ) پیدا کرنے والا (اور) جاننے والا ہے ۔(الحجر:85-86)

اس نے تمام انسانوں کو ان کی فطری تفریق اور ان کے متعلقہ حالات میں تفاوت کے مکمل علم کے ساتھ پیدا کیا ہے - اور اس میں، یقیناً، ان کی ناکامیوں اور غلطیوں کو بھی شامل کیا گیا ہے (ملاحظہ کریں 7:199)

حقیقی عقیدہ آزاد انتخاب کا نتیجہ ہوتا ہے

یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔ (اے پیغمبر ﷺ) شاید آپ اس (رنج) سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپکو ہلاک کر دیں گے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اُتار دیں۔ پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔ اور ان کے پاس (خدائے) رحمٰن کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ سو یہ تو جھٹلا چکے اب ان کو اس چیز کی حقیقت معلوم ہوگی جس کی ہنسی اُڑاتے تھے۔ کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی نفیس چیزیں اُگائی ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ اس میں (قدرت خدا کی) نشانی ہے مگر یہ اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور تمہارا پروردگار غالب (اور) مہربان ہے۔ (الشعراء:2-9)

مندرجہ بالا آیات اس بیان کی وضاحت کرتی ہیں کہ اللہ کے پیغامات کو مسترد کرنا انسانیت کی تاریخ کا ایک متواتر ہونے والا واقعہ رہا ہے، حالانکہ اللہ کا وجود تمام مخلوقات میں واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

معجزے آزادانہ ارادے اور ایمان کے لئے لازم نہیں ہیں

اور اگر ان کی روگردانی آپ پر شاق گزرتی ہے تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالیں یا آسمان میں سیڑھی (تلاش کریں) پھر ان کے پاس کوئی معجزہ لائیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا پس تم ہرگز نادانوں میں نہ ہونا۔ بات یہ ہے کہ (حق کو) قبول وہی کرتے ہیں جو سنتے بھی ہیں اور مردوں کو تو خدا (قیامت ہی کو) اٹھائے گا۔ پھر اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ (الانعام:35-36)

گناہگار معاشروں پر اللہ کا فیصلہ

پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے نامعتقد ہوئے۔ لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے (اس وقت) ان کے ایمان نے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ (یہ) خدا کی عادت (ہے) جو اس کے بندوں (کے بارے) میں چلی آتی ہے۔ اور وہاں کافر گھاٹے میں پڑ گئے۔ (غافر:84-85)

مذکورہ بالا دو مثالیں، "معجزے آزاد خیالات اور ایمان کے لئے ضروری نہیں ہوتے" اور "گناہگار معاشروں پر اللہ کا فیصلہ" آزادانہ ارادے اور ایمان کے مابین تعلقات کو واضح کرتی ہیں۔ مسلسل تبلیغ کے بعد بھی اہل مکہ نے محمد ﷺ کے پیغام کو مسترد کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ اس دشمنی سے سخت پریشان ہوئے تھے کہ ان کے الفاظ نے کافر مکہ والوں میں دشمنی پیدا کر دی تھی اور ان کی روحانی تقدیر کے بارے میں اندیشوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ کبھی کبھی، نبی ﷺ نے یہ خواہش کی کہ اللہ شاید ایک واضح نشانی بھیجے جس سے مکہ والوں کو اس کے پیغام کو قبول کرنے کے سوا کوئی اور متبادل

نہیں مل سکے گا۔ اگر اس مشن کو معجزوں کے ذریعہ انجام دینا ہوتا تو اللہ نے ایسا ہی کر دیا ہوتا، لیکن مجبوری کے تحت حاصل لایا گیا ایمان ہر گز ایمان نہیں ہوتا۔

جب معاشرے طویل عرصے تک مستقل طور پر غلط کام کرتے ہیں تو اللہ انہیں سزا دے سکتا ہے۔ اللہ انہیں اس دنیا میں معافی کے ساتھ گناہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جب اس معاشرے کی تباہی واضح ہو گئی تو، انہوں نے دعوی کیا کہ انہوں نے خدا کی الوہیت میں شرک کے تمام عقائد ترک کر دیئے ہیں۔ تاہم، یہ ڈگمگاتا اعتقاد ان کی روحانی نشوونما میں معاون ثابت نہیں ہو سکا، کیونکہ یہ آزادانہ انتخاب کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ایک ناقابل واپسی آفت کے صدمے نے انہیں اس پر مجبور کیا گیا۔ "راہ خدا" یا سنت اللہ، اس معاملے میں، یہ ہے کہ ایمان کی کوئی روحانی قیمت نہیں ہے جب تک کہ وہ حقیقی، داخلی روشن خیالی سے پیدا نہ ہو۔

خدا پر یقین رکھنے والے کسی بھی فرد کو نظر انداز نہ کریں

اور جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں۔ ان کے ساتھ صبر کرتے رہو۔ اور تمہاری نگاہیں ان میں (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگانی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ۔ اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہنا نہ ماننا۔ (الکہف:28)

اور جو لوگ صبح وشام اپنی پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اس کی ذات کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالو۔ ان کے حساب (اعمال) کی جوابدہی تم پر کچھ نہیں اور تمہارے حساب کی جوابدہی ان پر کچھ نہیں (پس ایسا نہ کرنا) اگر ان کو نکالوگے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔ اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کی بعض سے آزمائش کی ہے کہ (جو دولتمند ہیں وہ غریبوں کی نسبت) کہتے ہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم میں سے فضل کیا ہے (خدا نے فرمایا) بھلا خدا شکر کرنے والوں سے واقف نہیں؟ (الانعام:52-53)

روایات کے مطابق، مکہ کے کچھ کافر سرداروں نے اس شرط پر اسلام قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی کہ پیغمبر ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ میں سابق غلاموں اور دوسرے "نچلے" افراد سے خود کو الگ کر دیں گے۔ اس مطالبے کو نبی ﷺ نے مسترد کر دیا۔ آیت میں کہا گیا ہے کہ آپ (محمد ﷺ) کو ان لوگوں کے ساتھ صبر و اچھے سلوک سے پیش آنا چاہئے جو صبح اور شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے ان کو نظر انداز نہ کریں، اور مکہ کے سرداروں کی جانب سے پیش کردہ دنیا کی زندگی کی آلائشوں اور چمکتی چیزوں کی خواہش نہ کریں۔ شرافت اور دولت کے حامل لوگوں کو اپنے پسماندہ اور کمزور پیروکاروں پر فوقیت نہ دیں۔

اگرچہ بنیادی طور پر نبی ﷺ سے خطاب کیا گیا تھا، لیکن اس آیت میں جو نصیحت کی گئی تھی اس کی ہدایت قرآن مجید کے تمام پیروکاروں کو دی گئی ہے۔ انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ کسی کو پیچھے نہ کریں، اگر وہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور ہمیشہ صبح وشام اس کے فضل و کرم کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ان کے اعتقادات قرآن کے تقاضوں سے مناسب طور پر نہیں ملتے جلتے تو بھی، ان کی قرآنی تعلیمات کی صراحت کے ساتھ وضاحت کر کے

ان کی مدد کرنے کی کوشش کریں۔ وہ سب صرف اپنے اُن اعتقادات یا اعمال کے لئے اللہ کے سامنے جوابدہ ہیں جو قرآن کی تعلیمات کے مطابق یا نہیں ہیں۔

"ہم لوگوں کو ایک دوسرے سے آزماتے ہیں۔" یہ مقدمہ دوسرے مذاہب کے افراد کے قرآنی جواز کے دعوے کو قبول کرنے اور اسلام کے خلاف اس تعصب کو ترک کرنے کے لئے ناپسندیدہ پن پر مشتمل ہے، جس کا اُن کے ثقافتی اور تاریخی ماحول نے انہیں شعوری طور پر یا لاشعوری طور پر شکار کر دیا۔ "تو کیا اللہ نے ان (غریب مومنین) کو ہم پر ترجیح دی ہے؟" یہ مکہ مکرمہ کے سرداروں اور بہت سارے غیر مسلموں کا طنزیہ حقارت آمیز اشارہ تھا، جو پیغمبر ﷺ کے غریب صحابہ ؓ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔